غلام عباس
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

شمس الرحمٰن فاروقی کی تنقید نگاری

(دبستانِ حسن عسکری کے تناظر میں)

Abstract:

Shams Ur Rehman Farooqi is a well known and very credible name in Urdu literature and Urdu criticism. He is also a profound scholar of international literature. His criticism is supported by his deep insight and great power to write. He is really a perception and ideas building critic. In the present article "Criticism of Shamas Ur RehmanFarooqi (in the perspective of Askri's thought of school"). In this article the influences of Muhammad Hassan Askari on Farooqi, have been evaluated. It has been highlighted how he has retrieved insight and power from Askari whose greatness lies in his critical stance about the statuesque. Farooqi has inherited the same greatness in his criticism very beautifully and gracefully.

Keywords:

Shams Ur Rehman Farooqi, Criticism, Hassan Askari, Critic

معاصر اردو تنقید میں اگر کوئی ایک نام نشان زد کرنا ہو تو بلا شبہ لمحہ بھر توقف کیے بغیر شمس الرحمٰن فاروقی کی ہشت پہلو ادبی شخصیت کو منتخب کیا جائے گا۔ میرے اس دعوے میں کسی تعصب کو دخل نہیں، راقم فاروقی صاحب کی تنقید افسانہ پر کام کرتے ہوئے معروضی انداز میں اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ''فاروقی صاحب کی ہمہ جہت ادبی شخصیت قوس قزح کی مانند کئی خوش گوار رنگوں میں جگمگاتی ہوئی سامنے آتی ہے۔'' اور مزید یہ کہ ان کی تنقید میں توانائی و تازگی، بوقلمونی اور وسعتِ نظر، ان کی تنقید کو قابلِ اعتبار ٹھہراتی ہے۔ ان کا اپنا ایک نقطہ نظر ہے جس کی بنیاد پر انھیں رجحان ساز و نظریہ ساز نقاد تسلیم کیا جاتا ہے (۱)۔ عموماً تنقید اپنے مباحث میں غیر دل چسپ اور اکتاہٹ کا باعث ہوتی ہے لیکن فاروقی صاحب کا دل پذیر اسلوب

ان کی تنقیدی تحریروں کو قاری کے لیے دل کش اور قابلِ مطالعہ بنا دیتا ہے۔

فاروقی صاحب ایک وسیع المطالعہ شخص ہیں اور ان کا مطالعہ کسی ایک ادب کا نہیں بل کہ مشرقی ادب کے ساتھ ساتھ مغربی ادب کو بھی گہرائی کے ساتھ جانچنے پر مشتمل ہے۔ سنسکرت، ہندی، اُردو عربی، فرانسیسی، روسی اور انگریزی ادب سبھی آپ کے مطالعے میں رہے ہیں اور ان سے آپ متاثر ہوئے ہیں۔ فاروقی صاحب کا یہ وسعت مطالعہ ان کی اپنی تنقید وتصنیف میں نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی اردو ادب کی ایک ایسی عظیم ہستی ہیں جنھیں نظری اور عملی تنقید، تاریخ وتہذیب عروض و بیان لسانیات ولغت نگاری کے ساتھ ناول وافسانہ اور نظم وغزل میں یکساں کمال حاصل ہے۔ مترجم اور مبصر کے طور پر بھی آپ منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔ آپ کا اصل میدان تنقید نگاری ہے اور اس میدان میں آپ کو اپنی منظّم، مدلل اور بے لاگ تبصرے اور تجزیے کی بنیاد پر ایک امتیازی اہمیت حاصل ہے۔ آپ کا مطالعہ وسیع ہے تو آپ کی تصانیف بھی بے شمار ہیں۔ فاروقی صاحب کی تصنیفات کی فہرست دیکھ کے حیرت ہوتی ہے کہ ایک آدمی اس قدر کام بھی سرانجام دے سکتا ہے۔ معیار ومقدار کے حوالے سے آپ کا کام بہت وقیع ہے۔ اگرچہ ہم اپنے موضوع کی تحدید میں فاروقی صاحب پر حسن عسکری کے اثرات کا جائزہ لیں گے لیکن مجموعی طور پر جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ کب کب اور کس طرح تنقید سے متاثر ہوئے؟ اس پر وہ یوں گویا ہوئے:

> ''میں کس کس طرح کی تنقید سے کب کب متاثر ہوا۔ مختصراً جواب یہ ہے کہ سب سے پہلے میں آل احمد سرور، کلیم الدین احمد اور محمد حسن عسکری سے متاثر ہوا۔ آہستہ آہستہ عسکری کا اثر بڑھتا گیا، دوسروں کا کم ہوتا گیا۔ مغرب کے جن نقادوں نے مجھے شروع سے متاثر کیا ان میں کولرج (Coleridge)، ٹی۔ایس۔ایلٹ (T.S. Eliot) اور آئی اے رچرڈس (I. A. Richards) کا ذکر خاص طور کرنا چاہتا ہوں۔ ہر چند کہ یہ تینوں الگ الگ رنگ کے نقاد ہیں لیکن تینوں سے میں نے حسب توفیق روشنی حاصل کی۔ بعد میں ولیم ایمپسن (William Empson) اور شکاگو اسکول کے بعض نقادوں سے بھی میں نے اثر قبول کیا۔۔۔ بعد میں جن نقادوں سے میں نے کچھ نہ کچھ حاصل کیا ان میں روسی ہیئت پسند نقاد اور ایک فرانسیسی نقاد بھی شامل ہیں...... مشرقی نقادوں میں مجھے سنسکرت اور عربی کے بعض بنیادی نظریہ ساز نقادوں سے مجھے بہت روشنی ملی۔ عربی میں قدامہ ابنِ جعفر اور عبدالقاہر جرجانی اور سنسکرت میں آنند وردھن اور ابھینو گپت کے خیالات نے مجھے بہت دور تک متاثر کیا۔''(۲)

مذکورہ بالا اقتباس میں فاروقی صاحب نے اپنے ذہنی ارتقا اور اثرات کا بڑی وضاحت سے بتایا ہے۔ مغرب ومشرق کے جن علمائے ادب سے جو اکتسابِ فیض کیا ہے سب کا بتا دیا ہے۔ ہمارے موضوع زیر بحث کے متعلق بھی کیا خوب وضاحت کی ہے کہ ''آہستہ آہستہ عسکری کا اثر بڑھتا گیا، دوسروں کا کم ہوتا گیا۔'' عسکری صاحب اور فاروقی صاحب کے باہمی خطوط بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جہاں فاروقی نے عسکری صاحب کے تصورات سے اپنے لیے روشنی کشید کی ہے، وہاں عسکری نے بھی فاروقی کی بھرپور حوصلہ افزائی کی ہے۔ مثال کے لیے عسکری صاحب کا ایک خط جو ۲۵ رفروری ۱۹۶۹ء

کو فاروقی کے نام لکھا گیا یہ جملے ملاحظہ ہوں: ''لکھنے والے کا ذہن معنی اور اسلوب کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی کتنی صلاحیت رکھتا ہے؟ اور نتیجہ میں نے یہ نکالا ہے کہ بعض ادبی مسائل پر کوئی کام سامنے آتا ہے تو جی چاہتا ہے کہ مجھے نہ کرنا پڑتا اور فاروقی صاحب اسے کر لیتے۔''(۳) ایک اور خط جو عسکری صاحب نے ۱۶ر دسمبر ۱۹۶۹ء کو فاروقی صاحب کے نام لکھا ہے اس میں بتاتے ہیں کہ وہ فاروقی کا ہر مضمون پڑھتے ہیں اور جو رائے دی اس کی اہمیت کا اندازہ اس اقتباس سے لگائیے:

''آپ کا اندازِ تحریر اور آپ کا تجزیہ مجھے ہمیشہ سے پسند ہے۔ پاکستان میں تو آپ کی تنقید کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ بل کہ رسالوں میں اس قسم کے جملے دیکھنے میں آتے ہیں......'' حالی سے شمس الرحمن فاروقی تک۔ ''اللہ تعالیٰ آپ کے علم اور فہم میں برکت عطا فرمائے۔''(۴)

فاروقی صاحب کا ظرف دیکھیے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ عسکری نے ایک خط میں آپ کو لکھا کہ لوگ آپ کا نام حالی کے ساتھ لینے لگے ہیں تو جواب دیا کہ یہ رواروی میں کی گئی ایک بات ہے۔ دوسرا جب ان سے پوچھا گیا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ محمد حسن عسکری نے جہاں اپنا سفر ختم کیا، آپ نے اپنا سفر وہاں سے شروع کیا۔ اس پر بڑے واضح انداز سے کہتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ''عسکری صاحب نے تنقید کو جن بلندیوں پر پہنچا دیا ان پر اس کو قائم رکھنا ہی بڑا کارنامہ ہوگا، چہ جائے کہ ہم اس سے آگے جا سکیں۔''(۵) ویسے بھی آج کل تنقید کا حال دگرگوں ہے۔ کچے پکے خیالات کو فیشن کے طور پر تو برتا جا رہا ہے لیکن اس بات کی طرف توجہ ہی نہیں کہ آیا یہ خیالات ہمارے ادب اور ہماری ادبی تہذیب کو سمجھنے، یا اس کی تعبیر نو کے لیے مفید اور کارآمد بھی ہیں کہ نہیں۔

فاروقی صاحب اتنا ضرور کہتے ہیں کہ بہت سی باتیں عسکری صاحب نے صفائی سے بیان کی تھیں اور بہت سی باتوں کے لیے صرف اشارے کیے تھے، تو ایسی چند چیزوں کو لے کر فاروقی نے وضاحت سے بیان کی ہیں۔ مثلاً عبادت بریلوی کو ۱۹۴۶ء میں لکھے گئے خط میں عسکری نے کہا کہ اگر'' آپ نے جدید یورپین شاعری کو سمجھنا ہے تو ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے اپنی کلاسیکی شاعری کو سمجھیے۔'' فاروقی کہتے ہیں کہ یہ خط تھا اس میں عسکری وضاحت کر بھی نہ سکتے تھے اور کی بھی نہیں لیکن انھوں نے؛ اس میں جو نکتہ، جو بصیرت پنہاں ہے، اس سے یقیناً فایدہ اٹھایا(۶)۔

بلاشبہ اسی کے فیض سے جدیدیت کے علم بردار فاروقی کلاسیکی ادب کی طرف متوجہ ہوئے اور شعر شور انگیز ایسی گراں مایہ تصنیف میر پر لکھ دی جس کی چار جلدیں اپنے وقیع ہونے کی دلالت کرتی ہیں۔ یوں تو کلاسیکی ادب میں فاروقی صاحب نے بھرپور توجہ صرف کی، اسی سلسلے کی ایک کڑی ان کی تاریخ ادب اردو پر بہترین کاوش اُردو کا ابتدائی زمانہ جسے ادبی تہذیب و تاریخ کے پہلو کے لحاظ سے ایک نادر کتاب کہا جا سکتا ہے۔ فاروقی نے اس کتاب کے بارے لکھا ہے کہ شکاگو یونیورسٹی کے ایک منصوبے کے تحت ہندوستان کی بڑی زبانوں کی ادبی تہذیب، ادبی اور ثقافتی تاریخ سے ان رشتوں، ان کے آپسی روابط، اور ادب کے بارے میں ان زبانوں میں رائج تصورات کا مطالعہ مقصود تھا۔ قدیم اور جدید ہندوستان میں ادب اور لسان اور اقتدار میں کس طرح کے رشتے وجود میں آئے؟ کسی زبان میں ادب پیدا کرنے والوں کے مابین، اور ادب کو برتنے والوں کے مابین جو سلسلے قائم ہوئے ہیں، کیا ان کی نوعیت صرف طاقت پر مبنی ہوتی ہے، یا

صرف بیع وشریٰ کے معاملات پر، یا کوئی تہذیبی اور ثقافتی تعامل بھی اثر انداز ہوتا ہے؟(۷) اس تحریر میں فاروقی صاحب نے ہندوستان کے قدیم ادب کے سمجھنے اور سمجھانے میں بڑی کاوشیں کی ہیں۔ انھوں نے مسعود سعد سلمان لاہوری پھر امیر خسرو کے تعارف اور ان کے نظریہ ادب کو سامنے لانے کی بھرپور کوشش کی۔ فاروقی کا کہنا ہے کہ مسلمان ادبی تہذیبوں میں قرآن مجید، اپنی نوعیت کے اعتبار سے تمام علم کے اصولوں کا خزانہ، اور تمام حکمتوں کے اسرار کا حامل سمجھا جاتا رہا ہے، اور اس کی دلیل کے لیے وہ خسرو کے دیباچے غرۃ الکمال سے ذیل کا اقتباس پیش کرتے ہیں:

''چوں کہ جملہ علوم جو خشکی اور تری میں ہیں، قرآن کے سمندر میں ہیں، لہٰذا جو کوئی یہ کہے کہ کتاب حمید مجید میں علم شعر نہیں، گویا وہ قرآن کے قول سے منکر ہو گیا۔''(۸)

اسی بنیاد پر فاروقی نے مسلمانوں کے ادبی تصورات میں مؤثر ترین چیز قران مقدس کو قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''مسلمانوں کے ادبی تصورات اور طریق عمل پر موثر ترین کوئی واحد شے رہی ہے تو قرآن پاک ہے۔ قرآن غیر مخلوق بھی ہے، اور اس کے ساتھ ہی (انسانی اصطلاح میں) تخلیق متن کا سب سے بڑا معجزہ بھی۔ طلوع اسلام کے بعد کی عرب شاعری نے، اور پھر تمام مسلمانوں کی شاعری نے، تخلیق متن کا یہی معجزہ حاصل کرنے، یعنی قوت اور اثر میں قرآن سے نزدیک تر ہونے کی کوشش کی۔ عربی میں نقد ادب کا آغاز قرآنی تفاسیر سے ہوتا ہے۔ ابن المعتز نے اپنی شہرہ آفاق اور بنیاد گذار تصنیف کتاب البدیع (887ء) میں لکھا کہ 'مذہب کلامی' (جو اس کے زمانے کی، اور ذرا مصنوعی سی صنعت تھا)، کے سوا تمام بدائع کلام عرب، بالخصوص قرآن میں موجود ہیں۔''(۹)

عسکری صاحب کے فاروقی صاحب کے نام خطوط دیکھنے سے ایک خوش گوار حیرت ہوتی ہے کہ عسکری انھیں ادبی معاملات کس محبت، شفقت اور لگن سے سمجھاتے جاتے ہیں اور ان کی ہر معاملے میں رہنمائی کے ساتھ ساتھ حوصلہ افزائی بھی بالکل ایسے کرتے رہتے ہیں جیسے ایک نہایت لائق، جویائے علم کے شدید متلاشی اپنے عزیز ترین، محبوب ترین شاگرد کی کرتے ہیں۔ کسی خط کو اٹھایا جائے تو درجنوں ادبی معاملات میں علم کے خزانے لوٹاتے ہوئے آپ کو ملتے ہیں۔ تصوف کے معاملات ہوں، مشرقی اور مغربی فکر وفلسفہ کی بات ہو، کسی ادبی تحریک کی بات ہو، عسکری صاحب پوری لگن سے فاروقی کو بتاتے بھی ہیں اور فاروقی میں ان ماخذ کی معلومات بہم پہنچانے کے ساتھ ان میں ایک جزبہ بھی ابھار دیتے ہیں کہ وہ ان تک ضرور پہنچیں۔ تصوف کی اتنی تفاصیل، مجدد الف ثانی، ابن عربی، شیخ اکبر، اور دوسرے مفکرین کے بارے باریکی سے بات کرتے آپ کو ملیں گے۔ فاروقی صاحب کو غالب اور اس کے تصوف کے بارے میں بہت بار وضاحت سے لکھا، غالب کو تصوف میں مبتدی سے بھی کم کا آدمی کہتے ہوئے آتش کی شاعری میں تصوف کے معاملات کو غالب کی شاعری سے بہتر قرار دیتے ہیں اور ساتھ میں اپنے دلائل سے فاروقی کو مطمئن کرتے نظر آتے ہیں۔ شاید فاروقی صاحب غالب کے معاملے میں آسانی سے قائل نہیں ہوئے تو بارہا عسکری سے سوالات کیے، اور یہ بھی کہ غالب شیخ اکبر سے کس درجہ متاثر تھے؟ فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کس قدر غالب کے سمجھنے میں معاون ہوں گی وغیرہ کا جواب لکھتے ہوئے عسکری صاحب کے خیالات سے اس اقتباس کو دیکھ لیتے ہیں:

''اگر مقصود صرف غالب کے کلام کو سمجھنا ہوتو اتنی مشکل، دقیق اور ضخیم کتابیں پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو وہی مثل ہوگی کہ کھودا پہاڑ نکلی چوہیا۔ غالب کے سلسلے میں تو تصوف کی ابتدائی کتابیں بھی کافی ہوں گی۔ برا نہ مانیے گا۔ آپ سے بے تکلفی ہے اس لیے بدتمیزی کے ساتھ عرض کیے دیتا ہوں۔ ہمارے ادب نواز حضرات غالب کا کلام اس مفروضے کے ساتھ پڑھتے ہیں (جسے حالی نے قائم کیا) کہ غالب کا شعر ہے تو ضرور اچھا ہوگا، اور اس میں معنی بھی ہوں گے اور معنی بھی نازک اور دقیق ہوں گے......غالب کی پہلی غلطی تو یہی ہے کہ وہ وحدت الوجود کو ہی سارا تصوّف سمجھتے ہیں اور اس میں بھی محض سامنے کے مسائل لیتے ہیں......غالب نے حضرت علی کی منقبت میں جو قصیدہ لکھا ہے صرف اسی سے پتا چل جاتا ہے کہ انھوں نے شیخ اکبر کی تعلیمات پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا۔ گریز کے اشعار میں دیکھ لیجیے۔ تشبیب لکھنے کے بعد ان کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ کدھر جاؤں۔ میدان ہی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہی ایک مثال بتا سکتی ہے کہ غالب کے کلام میں کتنا اور کیسا تصوف ہوگا۔ ان سے دس گنا تصوف آتش کے یہاں ہے۔''(۱۰)

عسکری صاحب ادب کے متعلقہ ہر چھوٹی بڑی معلومات سے فاروقی کو آگاہ کرتے رہتے ہیں، ان کے خطوط سے محسوس یوں ہوتا ہے کہ وہ فاروقی کی ذوق کی تربیت دے رہے ہیں، اپنے ایک خط بنام فاروقی صاحب محررہ ۱۸/اکتوبر ۱۹۶۹ء میں ادب کے متعلقہ ایسی معلومات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''لاہور میں احمد مشتاق سے ملاقات ہوئی۔ وہ آج کل لکھنؤ کے انداز میں غزلیں کہہ رہے ہیں۔ لاہور ہی میں اور اپنے گھر میں حضرت امیر خسرو کی ایک فارسی تحریر ملی جوان کے دیوان غرۃ الکمال کا دیباچہ ہے۔ اگر آپ کو کہیں سے مل جائے تو ضرور پڑھیے۔ شعر کے روایتی تصور کا بیان بہت کار آمد ہے...... اگر حضرت امیر خسرو کا یہ دیباچہ دستیاب ہو جائے تو کیا مناسب نہ ہوگا کہ ڈاکٹر مسعود صاحب اس کا اردو میں ترجمہ فرما دیں۔''(۱۱)

فاروقی صاحب نے عسکری صاحب کے اثرات کو دل سے قبول کیا اور ہم دیکھتے ہیں کہ انھوں نے اردو کا ابتدائی زمانہ میں امیر خسرو کے نظریہ شعر کے حوالے سے کافی باتوں کو تفصیل سے درج کیا اور انھیں آج کے ادب کے لیے بھی مفید قرار دیا۔ احمد مشتاق کی شاعری کو بھی وہ بڑا مقام دیتے ہیں۔ غرۃ الکمال کا دیباچہ فاروقی کو بہت دیر کے بعد میسر آیا تو انھوں نے اس پر ایک بھرپور مضمون تحریر کیا اور ساتھ ہی اس بات پر اظہارِ افسوس کیا کہ انھوں نے عسکری صاحب کے کہنے پر اس دیباچے کو بہت پہلے کیوں نہیں تلاش کیا کہ یہ دیباچہ ہند ایرانی شعریات اور سبک ہندی کی شعریات کے لیے نہایت اہم ہے۔ حسن عسکری کی شفقت کا ذکر تو گزشتہ سطور میں ہوا ہے لیکن فاروقی صاحب کی طلب اور عسکری صاحب سے محبت اور ممنونیت کو فاروقی کے اس اقتباس سے دیکھ لیتے ہیں کہ وہ عسکری صاحب سے کس درجہ متاثر ہیں:

''مدت گذری محمد حسن عسکری نے دیباچہ غرۃ الکمال کا ذکر اپنے خطوط میں مجھ سے کیا تھا۔ اس وقت میرا دھیان دوسری چیزوں میں تھا اور کتاب بھی میری دسترس میں نہ تھی، اس لیے بات آئی

گئی ہوگی۔اب خیال کرتا ہوں تو افسوس ہوتا ہے کہ اسی وقت ان کی بات پر توجہ کیوں نہ کی۔ ہند ایرانی شعریات اور سبک ہندی کی شعریات کے لیے دیباچہ غرۃ الکمال نہ صرف نہایت اہم متن ہے، بل کہ بعض معاملات میں اسے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اگر عسکری صاحب کی زندگی میں ہی اس کتاب کو پڑھتا تو کئی مسائل پر ان سے مزید روشنی حاصل ہو سکتی تھی۔ موت نے انھیں فرصت نہ دی، ورنہ ان مراسلات کے کئی سال بعد جب دیباچہ میرے ہاتھ لگا اس وقت اگر عسکری صاحب حیات ہوتے تب بھی وہ کچھ خاص سن رسیدہ نہ ہوتے اور میں ان سے بہت کچھ سیکھ سکتا تھا، لیکن انھیں تو اللہ کا محبّ ہی نہیں بل کہ پیارا بھی ہونا تھا۔'' حیف دنیا سے سدھارا وہ خدا کا محبوب'' خواجہ میر درد کی طرح ان پر بھی صادق آتا ہے۔''(۱۲)

عسکری صاحب کے حوالے سے فاروقی صاحب کے کتنے اور کون سے اقتباس نقل کیے جائیں ایک ایک جملہ اتنا بامعنی ہے کہ مضمون در مضمون نقل کرنے کو دل کرتا ہے۔ بہر حال چند جستہ جستہ جملے فاروقی کے انٹرویو'محمد حسن عسکری، کل اور آج: ایک گفتگو' سے پیش کیے جاتے ہیں: ''ہر تہذیب کو حق ہے کہ اپنے ادبی اصول اور معیار خود متعین کرے، اور یہ نامناسب ہے کہ کسی ادبی تہذیب پر کسی غیر تہذیب کے معیارات مسلط کیے جائیں۔'' اس پر فاروقی کا تبصرہ ہے کہ یہ نکتہ میں نے صرف ان کی یہاں دیکھا۔عسکری صاحب کی اس بات سے مجھے بڑی تقویت ملی۔ بہت ساری میری گرہیں کھل گئیں، راستے کھل گئے۔ کیوں کہ وہ کہتے ہیں کہ انھیں پریشانی تھی کہ اگر غزل کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ یہ English Poem کی طرح نہیں ہے، تو اس کا جواب کیا دیا جا سکتا ہے؟ یا ہمارے وہ اصناف سخن یا وہ اسالیب تحریر جو مغربی تحریر کے اسالیب و اصناف سے ہم آہنگ نہیں ہیں، کوئی انھیں غیر ترقی یافتہ، یا ادبی حسن سے عاری سمجھے، تو اس کے خلاف دلیل کیا لائی جائے۔

عسکری صاحب کی یہی بات فاروقی صاحب کے لیے بصیرت اور طاقت کا سبب بنی کہ جب انھوں نے سوچا کہ ہم سانیٹ (Sonnet) کے معیار پر غزل کو، رزمیہ کے معیار پر مرثیے کو، اوڈ (Ode)، کے معیار پر قصیدے کو پرکھیں ہی کیوں؟ عسکری صاحب کے نکتے کی روشنی میں انھوں نے اپنے خیالات پر نظر ثانی کرتے ہوئے انھوں نے اپنے ادب کی ایک نئی طرح کی ادبی معیار بندی کے بارے میں سوچا۔ یعنی جس طرح مغرب کو حق ہے کہ وہ سانیٹ کے لیے قاعدے مقرر کرے، اسی طرح ہمیں بھی حق ہے کہ کہ غزل کے لیے قاعدے مقرر کریں۔ اگر کسی کو غالب سے شکوہ ہو کہ انھوں نے سانیٹ کیوں نہ لکھی تو ہمیں ورڈز ورتھ سے شکوہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے غزل کیوں نہ لکھی۔(۱۳)

فاروقی صاحب، عسکری کے تصور روایت کو ان کا عظیم ترین کارنامہ قرار دیتے ہیں، کہ انھوں نے روایت کے معنی ہی بدل دیے۔ جس چیز کو کو ہم لوگ روایت سمجھ رہے تھے اس کی جگہ انھوں نے بالکل ایک نئی تعریف متعین کی جو ان کے خیال میں سو فیصدی اور میرے خیال میں بڑی حد تک صحیح تعریف تھی۔ مثلاً روایت کے بارے میں یہ تصور کہ روایت بدلتی رہتی ہے، پرانی ہوتی رہتی ہے۔ سرور صاحب کے یہاں، احتشام صاحب کے یہاں، سب کے یہاں یہ خیال مل جائے گا روایت پرانی سی چیز ہے جو کبھی پیدا ہوئی ہوگی کسی زمانے میں۔ اسے لوگوں نے اختیار کیا، اور لوگوں پر اثر انداز

ہوئی۔لیکن زمانہ بدلنے کے ساتھ ساتھ بدلی نہیں جامد ہو کر رہ گئی۔اس کی ذات میں کچھ عیب ہیں وغیرہ اور عسکری سے پہلے لوگ روایت کو یا تو مسترد کرتے آئے ہیں جیسے اختر حسین رائے پوری، یا ترقی پسندوں کا کہنا تھا کہ روایت کے صالح حصے کو تو ہم قبول کرتے ہیں لیکن غیر صالح کو ہم چھوڑ دیں۔اب مسئلہ یہ بھی تھا کہ صالح یا غیر صالح اور فاسد اور غیر فاسد میں کوئی واضح فرق بھی ان کے ہاں نہیں ملتا تھا۔لیکن عسکری کی عظمت یہی ہے کہ وہ عام رائے کے برعکس کہتے ہیں کہ ''روایت ایک زندہ اور متحرک چیز ہے۔'' یہ ہمیشہ ادب کے اندر قائم رہتی ہے، یہ ایک shameless whole ہے اور اسے پورا پورا قبول کرنا پڑتا ہے۔عسکری روایت کو synchronic چیز سمجھتے ہیں۔یہ ہمیشہ قائم رہتی ہے اور ہر زمانے میں موجود رہتی ہے۔دوسری اہم بات جو اس سلسلے میں عسکری نے بتائی ہے کہ روایت کی اصل زبانی بیانات میں ہے، تحریر میں نہیں آتی۔وہ کہتے ہیں کہ جو چیز کہ زبان پر رواں رہتی ہے، جاری ہوتی ہے، اس سے روایت بنتی ہے، کیوں کہ اس میں تحریر کی سی غلطی ہونے کا امکان کم ہوتا ہے اور اگر کسی نے غلط تقریر کی بھی تو اس کو درست کر لیا جاتا ہے۔اگر چہ اس بات کو عام طور پر غلط خیال کیا جاتا ہے۔لیکن اس کے پیچھے افلاطون کا یہ خیال کام کر رہا ہے کہ ''لکھا ہوا متن اگر غلط ہے تو اسے اپنی اصلاح کرنے کی قوت نہیں۔'' لیکن زبانی معاملہ تو اس میں اصلاح یا تنسیخ ہو سکتی ہے۔

> ''تو یہ بات عسکری نے بجھائی کہ دیکھو تحریری روایت بظاہر تگڑی معلوم ہوتی ہے لیکن اس میں اپنی اصلاح کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔اصل روایت وہ ہے جو زبانی طور پر مروج ہو اور ایک سے دوسرے تک پہنچے۔تو ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُنھوں نے پورا تصور ہی بدل دیا روایت کا۔''(۱۴)

فاروقی کہتے ہیں کہ عسکری صاحب نے ترقی پسندوں کی اس وجہ سے ہرگز مخالفت نہیں کی کہ وہ اسلام پسند یا مذہبی آدمی تھے اور ترقی پسند فکر کا عام پیکر لا مذہبیت کا ہے۔کیوں کہ عسکری نے ترقی پسندوں کے عروج کے زمانے میں، اور اس وقت کہ جب ان پر مذہب کا رنگ نہ چڑھا تھا، تو بھی ترقی پسند تحریک کی مخالفت کی تھی۔لہٰذا وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ترقی پسند ادب کی مخالفت نہیں بل کہ ان کے نظریات کی مخالفت تھی۔اس مخالفت میں وہ عسکری کے ساتھ خود کو بھی شامل سمجھتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ادب تو ان کے ہاں ایسا بھی ہے جسے اچھا ادب کہا جا سکتا ہے؛ جو پڑھنے کے قابل بھی ہے۔لیکن نظری اعتبار سے ان کے ہاں بڑے جھول ہیں اور عموماً ترقی پسند نظریہ ادب میں جو چیزیں اہم ہیں، وہ ادبی ہیں ہی نہیں بل کہ غیر ادبی چیزیں ہیں۔مثلاً انسان دوستی، سماجی تبدیلی یا عام انسان کو ادب کی محفلوں میں سر منبر بٹھانے اور اس کے مسائل کو اہمیت دینا وغیرہ یہ سب باتیں ادبی نہیں ہیں، بل کہ اس کے پیچھے محض سیاسی منصوبہ ہے۔

> ''تو کوئی بھی شخص جو براہ راست ادب کا مطالعہ کرتا ہے اور جو ادب کو مرکزی اہمیت دینا چاہتا ہے، وہ اس بات سے کبھی انکار نہ کرے گا کہ ترقی پسند ادب میں ادب کی اہمیت محض ایک آلہ کار کی سی ہے۔گویا زندگی کینوس ہے اور ادب مو قلم یا برش ہے کہ اس قلم سے آپ کینوس پر کوئی تصویر کھینچ دیجیے اور پھر تقاضا کیجیے کہ سب کو اسی رنگ میں رنگ جانا چاہیے۔ظاہر ہے جو شخص بھی ادب کو اہمیت دے گا، ادب کو انفرادی اظہار، اور تہذیبی اقدار کا عکاس قرار دے گا اسے ترقی پسند نظریہ

ادب کی پابند، سیاسی فضا پسند نہ آئے گی۔"(۱۵)

فاروقی صاحب کا کہنا ہے کہ عسکری صاحب کا کوئی جملہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں باریکی فکر نہ ہو، وہ بڑی گہری گہری باتیں یوں ہی کہہ جاتے ہیں۔ اور جو شخص اس نظام سے واقف نہیں ہے جس کے تحت یہ باتیں کہی گئی ہیں تو اس کے لیے پیچیدگی اور دقت کا موقع بن جاتا ہے۔ اور اس بنا پر عسکری کے جملوں کو ادعائیت، اور مبالغہ آمیز کہا جاتا رہا ہے لیکن جب گہرائی میں جائیے تو اس کے پیچھے ایک نظام کارفرما نظر آتا ہے۔ اور دوسرا اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ "عسکری صاحب کی تنقید کا ایک مقصد ہم لوگوں کی تعلیم اور تربیت بھی تھا۔" اور ہم دیکھتے ہیں کہ محمد حسن عسکری کی فکری توسیع کسی نقاد کے یہاں توانا آواز بن کر آئی ہے تو وہ دو لوگ ہیں سلیم احمد اور شمس الرحمٰن فاروقی۔ فاروقی کو سلیم احمد پر ایک گونہ سبقت ضرور ہے کہ فاروقی صاحب کا مغربی ادب کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ سلیم احمد کا علم فاروقی صاحب جیسا وسیع اور ہمہ گیر نہیں تھا۔ ہم نے عسکری کی عظمت کے حوالے سے فاروقی صاحب کی کئی باتوں کو تحریر کیا ہے اور یقیناً فاروقی نے عسکری صاحب سے اکتساب فیض کیا۔ میر سے آپ کی محبت شعر شور انگیز کی چار جلدوں کی صورت میں اسی تناظر میں رکھی جا سکتی ہے۔ داستان پر "ساحری، شاہی، صاحب قرانی" کو عسکری کے اثرات کا عکس کہا جا سکتا ہے۔ اور بلا شبہ یہ دونوں کام فاروقی کی تنقیدی کاوشوں میں کلیدی اہمیت کے حامل ہیں۔ مشرقی ادب کی اہمیت کو مغربی ادب کے سامنے اعتماد سے رکھے جانے کی خواہش کا اظہار فاروقی صاحب شعر شور انگیز کی تمہید کی پہلی سطر میں یوں پیش کرتے ہیں:

> "میر کی غزلیات کا ایسا معیاری انتخاب جو دنیا کی بہترین شاعری کے سامنے بے جھجک رکھا جا سکے۔"(۱۶)

اور ہم میر کے بارے عسکری کی رائے جانتے ہی ہیں کہ وہ انھیں مغربی شاعری کے تقابل میں کتنی اہمیت دیتے ہیں۔ داستان کے کام کو عسکری کے اس نقطہ نگاہ سے بھی دیکھا جانا چاہیے کہ وہ اپنی تہذیبی بازیافت کے لیے کس قدر اشتیاق رکھتے تھے اور فاروقی کا یہ اقتباس دیکھیے جو داستان کی شعریات پیش کرتے ہوئے دیا گیا ہے:

> "آج تمام دنیا کی ادبی تہذیبیں اپنے اپنے ادبی ورثے کو اجاگر کرنے، اور اس کو اپنے ادبی ماحول کا زندہ اور بامعنی حصہ قرار دے کر اسے پڑھنے اور پڑھانے میں مصروف ہیں۔ ہمارا کام ان سے زیادہ مشکل ہے، کیوں کہ ہمارے یہاں انگریزوں کے تسلط، اور خاص کر ۱۸۵۷ء کے بعد جو انقطاع پیدا ہوا اس نے ہمیں اپنے ادبی ورثے کی پوری قدر و قیمت پہچاننے سے بڑی حد تک معزور کر دیا۔ اب ہمیں آزاد ہوئے نصف صدی سے اوپر ہونے کو ہے اب تو ہمیں اپنی تہذیبی بازیافت کے عمل میں تیزی لانی چاہیے اور اور جیسا کہ میں ہمیشہ کہتا ہوں ہو قدیم کو جانے بغیر جدید پنپ نہیں سکتا۔ قدیم سے انحراف بھی کرنے اور جدید کو قائم کرنے کے لیے بھی قدیم کو جاننا ضروری ہے۔"(۱۷)

عسکری ایسے بھرپور آدمی سے آپ کو اختلاف نہ ہو یہ ممکن ہی نہیں۔ اور فاروقی جیسے ذہین نقاد کسی کی رائے کو آنکھیں بند کر کے تھوڑی قبول کرتے ہیں۔ فاروقی صاحب نے عسکری صاحب کی بعض ارا کو قبول نہیں کیا اور اس کا اظہار

بھی کھل کر کیا ہے۔مثلاً فراق گورکھپوری سے عقیدت مندانہ محبت اوران کی ہر بات پر عسکری صاحب کی نیاز مندانہ قبولیت کو فاروقی نے بڑے واضح انداز میں رد کیا ہے اور فراق کے خلاف کئی ایک سخت مضامین لکھے ہیں۔روایت کے معاملے میں بھی فاروقی کو کچھ اعتراضات ہیں بالخصوص اسلامی ادب کے حوالے سے،اس کا اظہار بھی انھوں نے کھلے بندوں کیا ہے۔ جدیدیت کی اصطلاح پر فاروقی اپنی ایک الگ رائے رکھتے ہیں۔اوراس اختلاف کا اظہار بھی بارہا کرتے دکھائی دیتے ہیں:

''میرے خیال میں محمد حسن عسکری ایسے تنقید نگار ہیں جن کے بارے میں یہ حکم تو لگتا ہی نہیں ہے کہ ان کا کام کہاں زیادہ اچھا ہے اور کہاں کم۔ہم ان سے اختلاف کر سکتے ہیں۔مجھے بے شمار جگہ ان سے اختلاف ہے لیکن اس سے ان کی اہمیت کم نہیں ہوتی۔اور ذاتی طور پر میری رائے یہ ہے کہ ان سے اختلاف کرنے کے پہلے خود کو اچھی طرح دیکھ بھال لینا چاہیے کہ میں جہاں اختلاف کر رہا ہوں وہاں میرے اپنے علم اور مرتبہ فکر کا کیا عالم ہے؟''(۱۸)

فاروقی کی تنقیدی زندگی میں عسکری کی اہمیت ہمیشہ قابل قدر رہی ہے۔چاہے وہ فاروقی کے ادبی کیریئر کا آغاز ہو، یا پھر عسکری کی زندگی کے دوران۔انھوں نے اگر کسی ایک آدمی کے حلقہ سے خود کو مربوط رکھا تو وہ عسکری ہی کی ذات ہے۔حتیٰ کہ آج جب عسکری کو مرے ہوئے ربع صدی بیت گئی لیکن فاروقی صاحب کے دل سے عسکری صاحب کی عظمت کبھی کم نہیں ہوئی۔حال ہی میں صفدر رشید نے اپنے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالہ شمس الرحمٰن فاروقی کی تنقید کا مطالعہ پر کام کرتے ہوئے جب ان سے اپنے ہم عصروں میں کس نقاد کو بڑا تسلیم کرنے کے حوالے سے سوال کیا تو انھوں نے عسکری صاحب کی عظمت کا اعتراف بڑے والہانہ طریقے سے کیا۔ہم اس اقتباس کے اندراج پر اپنی بات کو مکمل کرتے ہیں:

''میں محمد حسن عسکری کو اردو کا سب سے بڑا نقاد سمجھتا ہوں صرف آج کے زمانے کا نہیں بل کہ جب سے جدید تنقید اردو میں شروع ہوئی،یعنی انیسویں صدی کے اواخر سے،اس وقت سے لے کر اب تک کوئی نقاد سامنے نہیں آیا، جسے محمد حسن عسکری کے کا ہم پلّہ کہہ سکیں،بہتر و برتر کہنا تو دور کی بات ہے۔عسکری صاحب کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور وہ نئی تحریروں سے بروقت واقف رہتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ وہ اپنے مطالعے کو تخلیقی اور علمی طور پر بروئے کار لانے میں ہمیشہ کامیاب رہتے تھے۔ان کی تنقید میں مغربی یا مشرقی مصنفوں کی کتابوں کا ذکر ہمیشہ منضبط اور ہم دگر منسلک انداز میں ہوتا تھا۔وہ صرف ناموں کی قطار نہیں قائم کرتے تھے، بل کہ ہر تصنیف، ہر نظام فکر کے مضمرات،امکانات اور ہمارے ادب سے اس کے رشتوں سے پوری طرح باخبر ہو کر بات کرتے تھے۔ان کے یہاں تجزیہ بہت کم ہے لیکن چوں کہ وہ ہر بات مدلل کہتے تھے،لہٰذا ان کے دعوے اور تنبیہیں ہمیشہ بامعنی ہوتی تھیں۔سب سے بڑی بات یہ کہ ان کی نثر غیر معمولی طور پر رواں، شگفتہ اور واضح تھی۔وہ باریک سے باریک بات کو چھوٹے چھوٹے لفظوں میں بے حد روشن کر کے بیان کرتے تھے۔اس میدان میں مجھے ان کا ثانی برٹرینڈ رسل (Bertrand Russell) کے سوا کوئی نہیں نظر آتا۔''(۱۹)

حوالہ جات

۱۔ غلام عباس، اردو افسانے کی تنقید اور شمس الرحمٰن فاروقی ،(فیصل آباد: مثال پبلشرز،۲۰۱۵ء)، ص۲۳۴۔۲۳۵

۲۔ شمس الرحمٰن فاروقی ،تمہید:گلزار جاوید سے گفتگو،مشمولہ:فاروقی محو گفتگو ،جلد اول،(نئی دہلی:قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان،۲۰۰۴ء)،مرتب: راحیل صدیقی،ص۲۰

۳۔ محمد حسن عسکری کا خط شمس الرحمٰن فاروقی کے نام،مشمولہ:مکاتیب عسکری ،(لاہور:القمر انٹر پرائزز،س ن)،مرتبہ: شیما مجید،ص۲۳

۴۔ ایضاً،ص۶۲

۵،۶۔ فاروقی محو گفتگو،ص۹۰

۷۔ شمس الرحمٰن فاروقی ،دیباچہ: اُردو کا ابتدائی زمانہ،(کراچی: آج کی کتابیں،۱۹۹۹ء)،ص۸

۸۔ شمس الرحمٰن فاروقی ،نظری تنقید اور شعریات کا طلوع،مشمولہ:اُردو کا ابتدائی زمانہ،ص۸۹

۹۔ ایضاً،ص۸۸

۱۰۔ مکاتیبِ عسکری،ص۳۹۔۴۰ ۱۱۔ ایضاً،ص۶۱

۱۲۔ شمس الرحمٰن فاروقی ،دیباچہ:غرۃ الکمال کا اردو ترجمہ،مشمولہ:صورت و معنی سخن ،(کراچی:اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس،۲۰۱۱ء)،ص۹۳

۱۳۔ فاروقی محو گفتگو،ص۹۱ ۱۴۔ ایضاً،ص۱۰۰

۱۵۔ ایضاً،ص۱۱۵

۱۶۔ شمس الرحمٰن فاروقی ، شعر شور انگیز،جلد اول،(نئی دہلی:قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان،۲۰۰۶ء)،ص۱۵

۱۷۔ شمس الرحمٰن فاروقی ،ساحری،شاہی،صاحب قرانی، داستانِ امیر حمزہ کا مطالعہ، جلد اول،(نئی دہلی:قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان،۱۹۹۹ء)،ص۱۷۔۱۸

۱۸۔ فاروقی محو گفتگو،ص۱۲۸

۱۹۔ فاروقی کا صفدر رشید کے سوال پر جواب،مشمولہ:شعر، شعریات اور فکشن (شمس الرحمٰن فاروقی کی تنقید کا مطالعہ)،از:صفدر رشید،(لاہور:مجلس ترقی ادب،۲۰۱۹ء)،ص۴۷۹